تربیت اولاد میں ماں کا کردار

تقریر: علامہ قمر الزماں خان اعظمی (لندن)

ترتیب: توفیق احسن (ممبئی)

انجمن ضیاء طیبہ

تربیّت اَولاد میں
ماَں کا کِردار

ضیائی سلسلہ اشاعت	:	۹۵
نام کتاب	:	تربیت اولاد میں ماں کا کردار
تقریر	:	علامہ قمرالزماں خان اعظمی
ترتیب	:	مولانا توفیق احسن مصباحی
صفحات	:	۲۴
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
سن اشاعت	:	ذوالحجۃ/۱۴۳۴ھ اکتوبر ۲۰۱۳ء
پروف ریڈنگ	:	محمد ندیم قادری
سرورق	:	محمد زبیر قادری
طباعت	:	
ہدیہ	:	
ناشر	:	ضیائی دارالاشاعت، انجمن ضیائے طیبہ

Anjuman Zia-e-Taiba
B-1, Shadman Appartments
Block 7-8,, Shabirabad Society,
KCHS, Near Bloch Pull Karachi.

انجمن ضیاءِ طیبہ
B-1، بلاک 8-7،شادمان اپارٹمنٹ،
شبیرآبادسوسائٹی،KCHS،کراچی۔

Ph: 92(21) 34320720, 34320721 Fax: 92(21)34893350
E-mail: info@ziaetaiba.com , Url: www.ziaetaiba.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

سخن ضیاءِ طیبہ

الٹراساؤنڈ (Ultrasound) کے اس دور میں بچی پیدا بعد میں ہوتی ہے، ماتم پہلے شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس نعمت کے بارے میں ہم نا جانے کیا کیا سوچتے ہیں یہ ہم اور ہمارا آج کا معاشرہ ہی بہتر جانتا ہے۔

بچی کو گھر میں بیٹوں کے بعد ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔ جیسے وہ کوئی گھٹیا مخلوق ہو۔ آج بچیوں کی تعلیم کا معاملہ انتہائی مخدوش ہے۔ آخر کیوں.....؟ ادب و تہذیب تعلیم سے ملتی ہے، تعلیم بھلی تو تہذیب بھلی۔

ہمارے نبی ﷺ نے بچیوں کی اچھی تربیت و پرورش کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ:

”قیامت کے دن یوں میرے ساتھ ہو گا، جیسے میری یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔“

ایک دانا کا قول ہے:

”ایک مرد کی تعلیم و تربیت صرف ایک فرد کی تعلیم ہے، جبکہ ایک لڑکی کی تعلیم و تربیت ایک پورے کنبے کی تعلیم و تربیت ہے۔“

www.ziaetaiba.com

اور

”تم مجھے پڑھی لکھی مائیں دو، میں تمہیں پڑھی لکھی قوم دوں گا۔“

تربیت یافتہ ماں ہی اپنی اولاد کی بہتر تربیت کر سکتی ہے۔ لٰہذا، احسن انداز میں تربیتِ اولاد کی فکر کو اُجاگر کرنے کے لیے یہ کتاب: ”تربیتِ اولاد میں ماں کا کردار“ آپ کی نظروں کی زینت بنائی گئی ہے۔ علامہ قمر الزماں خان اعظمی (مانچسٹر، U.K) صاحب مدّظلّہ العالی کی یہ ایک تقریر تھی، جسے ہمارے ممدوح و محترم مولانا توفیق احسن مصباحی صاحب نے تحریر کا جامہ پہنا کر جہاں ہماری فکر و نظر کو روشن کرنے کا سامان فراہم کیا، وہیں اردو ادب میں ایک بیش بہا اضافہ بھی فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے۔

انجمن ضیاءِ طیبہ کی یہ ۹۵ ویں اشاعت ہے جبکہ شعبہ ضیائی دارالاشاعت کے تحت پچھلے دس سالوں میں ۹۴ وے کتب ورسائل منصّۂ شہود پر آچکے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ادارۂ ہٰذا کے تمام اراکین کو دارین میں خوشیاں عطا فرمائے۔

www.ziaetaiba.com

آمین!

سید محمد مبشر قادری

انجمن ضیاءِ طیبہ

تربیّت اَولاد میں مَاں کا کِردار

آپ پورے قرآنِ عظیم کا مطالعہ کریں، ''معاشرہ'' مصدر سے جو الفاظ مشتق ہیں، اسی مادّۂ اشتقاق سے جو لفظ قرآن میں آیا ہے ''وَعَاشِرُوْھُنَّ'' یہ عورتوں کے حوالے ہی سے ہے، ورنہ کہیں اور نہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوا کہ کسی معاشرے کی تشکیل میں خاتون یا عورت بنیادی کردار ادا کرنے والی ہوتی ہے، انسانی معاشرہ جب سے وجود میں آیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک، معاشرہ اچھا ہو یا برا ہو، نقصان دہ ہو یا مفید ہو، تعمیری ہو یا تخریبی ہو، ہر جگہ کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی عورت نظر آتی ہے۔

www.ziaetaiba.com

کسی شاعر نے کہا تھا

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

تو یہ رنگ تفریحات کا بھی ہوسکتا ہے، جنسی آوارگی کا بھی ہوسکتا ہے، گناہوں کا بھی ہوسکتا ہے اور یہ رنگ ''صبغۃ اللّٰہ'' بھی ہوسکتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تصویرِ کائنات میں عورت سے رنگ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں وہ ہے جو اپنے بچوں اور اپنے معاشرے پر اللہ کا رنگ چڑھاتی ہے اور رسول کی محبت کا رنگ چڑھاتی ہے۔

عزیزانِ محترم! بہنو اور بیٹیو! آپ کتنی اہم ہیں اسلامی اور انسانی معاشرے کے لیے، اس کا اندازہ شاید آپ کو خود بھی نہیں ہے، خود شناسائی اور عرفانِ ذات اگر حاصل ہو جائے تو رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو وہ مقام دیا ہے اور خدا نے آپ کو جو ذمّے داریاں دی ہیں، اس پر آپ صبحِ قیامت تک فخر کر سکتی ہیں اور اس کی ادائیگی پر اپنا نام ممتاز خواتین میں لکھوا سکتی ہیں۔

اسلام ایک مختلف مگر بڑا عظیم اسلامی معاشرہ قائم کرتا ہے، جہاں سے معاشرے کا وجود ہوا ہے، وہاں سے عورت کا رول نمایاں نظر آتا ہے، معاشرہ افراد کے مجموعے کے طرزِ زندگی کا نام ہے، جب بہت سے افراد جمع ہوتے ہیں، کوئی اسلوبِ حیات، کوئی طرزِ عمل، کوئی طرزِ زندگی اختیار کرتے ہیں، تو اسے ''سوسائٹی'' (معاشرہ) کا نام دیا جاتا ہے، اور یہ لفظ اب بہت عام ہو چکا ہے، گھریلو زندگی کو معاشرہ کہتے ہیں، جماعتی زندگی کو معاشرہ کہتے ہیں، قومی زندگی کو معاشرہ کہتے ہیں، ملک کی زندگی کو معاشرہ کہتے ہیں۔

انسانیت کے پورے ماحول کو معاشرے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، معاشرتی نظام، معاشرتی طرزِ عمل، معاشرتی فکر، سوشل جسٹس، یہ سارے الفاظ معاشرے کی پیداوار ہیں، معاشرتی انصاف، معاشرتی عدل، لیکن یہ ہم بھول جاتے ہیں کہ یہ معاشرہ مردوں کا قائم کیا ہوا نہیں ہے، بلکہ اس معاشرے کی اساس عورتوں کے اوپر رکھی گئی ہے، آدم علیہ السلام جب تک تنہا تھے، اس وقت تک معاشرہ قائم نہیں ہوا تھا، اس وقت سوسائٹی کا وجود نہیں ہوا تھا، جنت میں آدم کروڑوں سال تک تنہا رہتے تو ایک فرد کی حیثیت سے رہتے، معاشرے پر ان کا کوئی رول نہیں ہوتا، سوسائٹی

میں ان کا کوئی رول نہیں ہوتا اور نہ ہی سوسائٹی بنتی، سوسائٹی نے اس وقت شکل اختیار کرنی شروع کی ہے، جب حضرت حوّا آتی ہیں، اور جب ان کی اولاد ہوتی ہے، اور جب اللہ کے احکامات ان کے اوپر نافذ کیے گئے ہیں، تو معاشرے کا وجود ہوا ہے، پتا یہ چلا کہ معاشرے کی خشت اوّل ہماری ماں نے رکھی ہے اور صبحِ قیامت تک معاشرے کی خشتیں ہماری مائیں ہی رکھتی رہیں گی۔

کاش! ہم اس حقیقت سے آشنا ہوتے کہ کتنی اہم ذمّے داریاں آپ کے سر ڈالی گئی ہیں، اور کتنا اہم مقام آپ کو عطا کیا گیا ہے، یاد رکھیے! ایک خاتون اگر معاشرے کو چاہے تو جنت بنا سکتی ہے، اور معاشرے کو چاہے تو جہنم بنا سکتی ہے۔ ایک خاتون اگر چاہے تو اپنے کردار وعمل سے انسانیت کی زلفیں سنوارنے والے افراد پیدا کرسکتی ہے، اور اگر چاہے تو انسانیت کو تباہ کرنے والے افراد بھی پیدا کرسکتی ہے، یہ سب کچھ ایک خاتون کے ہاتھوں میں ہے۔

شاید آپ اسے مبالغے کا نام دیں، لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج پوری دنیا میں عورتوں کی آزادی کے نام پر جوانارکی پھیلائی جارہی ہے، آزادی کے نام پر جو گناہ پھیلائے جارہے ہیں، جو جنسی عریانیت پھیلائی جارہی ہے، جو فحاشی پھیلائی جارہی ہے، اگر عورت کو اس سے نکال دو تو وہ لوگ جو پوری دنیا کو گناہوں میں ڈبو دینا چاہتے ہیں وہ تنہا کچھ نہیں کرسکتے، جب ایک طرف شیطانی قوتیں عورتوں کے ذریعے سے معاشرے کو تباہ کردینا چاہتی ہیں تو دوسری طرف رحمان کے بندوں اور بندیوں کی ذمّے داری ہے کہ عورتوں کے ذریعے سے انسانی معاشرے کو انسانی معاشرہ رہنے دیں۔

انسان وحشت اور بربریت کی طرف بڑھا رہا ہے، ایک طرف جنسی انارکی ہے، ایک طرف گناہوں کی دعوت ہے، ایک طرف رَغائبِ نفس ہیں، ایک طرف جھوٹے رگوں کی رضا کاری ہے، ایک طرف بکتی ہوئی انسانیت ہے، ایک طرف خریدار جاتا ہوا ذوق مشاہدہ ہے؛ دوسری طرف انسانیت کی تعمیر میں لگی ہوئی ہماری بیٹیاں اور بہنیں ہیں جو اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ اس ملک ہی نہیں، پوری دنیا کو بہترین انسان بھی عطا کر سکیں اور بہترین مسلمان بھی عطا کر سکیں، اور یہ کام عورت ہی کر سکتی ہے۔

آپ تاریخِ انسانی کا مطالعہ کریں، تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں کوئی بھی بڑا انسان ہو جس نے تاریخ کو نیا موڑ دیا ہے، تاریخ کو نیا رخ دیا ہے، اس کے پیچھے کسی نہ کسی عورت کا ہاتھ ہے، کوئی بھی انسان ہو، ارسطو ہو، سقراط ہو، بطلیموس ہو، اسکندرِ اعظم ہو، یا دوسرے افراد ہوں اور پھر انبیائے کرام میں جناب ابراہیم ہوں، جناب موسیٰ ہوں، سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ ہوں، محراب میں عبادت کرنے والی جناب مریم پاک علیہا السلام ہوں، جناب فاطمہ ہوں، خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا، آپ ان کی زندگیوں کو دیکھیے کہ انہوں نے تشکیلِ معاشرہ میں انتہائی اہم رول ادا کیا ہے، ہر دور میں اور ہر عصر میں یہ بات مسلّم رہی ہے۔

اگر کوئی شخص مفکر بنا ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی ماں ہے، اگر کوئی فلسفی بنا ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی خاتون ہے، اگر کوئی افلاطون بنا ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی خاتون نظر آئے گی۔ اگر کوئی شخص فاتح بنا ہے، تو اس کے پیچھے کسی ماں کا حوصلہ اور دیا ہوا جگر ہے، اگر کوئی حکمران بنا ہے تو حکمرانی کا یہ سلیقہ بھی کسی ماں نے دیا ہے،

اگر کوئی غوث بنا ہے تو اسی بنا پر کہ ایک ماں نے اپنے بڑھاپے کی تمام تر کمزوریوں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کو دین کی تعلیم کے لیے روانہ کر دیا تھا۔

اگر ماں نہ ہوتی تو غوث غوث نہ ہوتا، اگر ماں نہ ہوتی تو بغداد کا وہ تاج دار آج پوری دنیا پہ اپنی عظمتوں کا لوہا نہ منوا رہا ہوتا، اگر ماں نہ ہوتی تو آج ہم "یا عبدالقادر جیلانی شیأ للّٰہ" کا نعرہ یہاں سے بیٹھ کر نہ لگا رہے ہوتے، اگر ماں نہ ہوتی تو تصوّف کی وہ عظیم درس گاہ، جس نے دلوں کو زندگی عطا فرمائی، اور حیاتِ جاودانی بخشی، اسلام کو نئی زندگی دی، محی الاسلام پیدا کیا، اگر ماں نہ ہوتی تو یہ سب کچھ نہ ہوتا، اگر ماں نہ ہوتی تو خواجۂ اعظم آج کروڑوں انسانوں کے دلوں کی دھڑکن نہ ہوتے، اگر ماں نہ ہوتی تو آج وہ تمام افراد جنہوں نے زندگی میں اپنی ماں سے کچھ سیکھا ہے، ان کا کردار نہ ہوتا، غریب نواز غریب نواز نہ ہوتے، بندہ نواز بندہ نواز نہ ہوتے، نظام الدین نظام الدین نہ ہوتے، بابا فرید گنج شکر نہ ہوتے، جنہیں شوقِ عبادت اور ذوقِ بندگی ماں کی آغوش اور ماں کی تربیت سے ملی تھی۔ ماؤں نے عظیم افراد پیدا کیے ہیں ۔

مُکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! ماں ہے جس نے محمد، فاتح کو پیدا کیا ہے، ماں ہے جس نے محمد بن قاسم کی تربیت کی ہے، ماں ہے کہ جس نے بڑے بڑے انسانوں کو دنیا میں باضابطہ طور پر سنوارا ہے، ان کی ذہنی وفکری آراستگی کی ہے، وہ ماں ہے جس نے قتیبہ بن مسلم باہلی کو فتحِ افریقہ کے لیے آمادہ کیا ہے، وہ ماں ہے جس نے اندلس کے فاتح طارق ابنِ زیاد کو جنم دیا ہے، وہ کوئی ماں ہی تھی، جس نے دنیا کے ان بڑے

انسانوں کے ذریعے دنیا میں انقلاب برپا کیا، تاریخ کو نئے موڑ دیے ہیں۔ اس لیے ہر دور میں عورت کا کردار بے پناہ اہم رہا ہے، کہیں کوئی بیوی اہم فریضہ انجام دیتی ہے، کہیں کوئی ماں انجام دیتی ہے۔

اللہ کے رسول تاج دارِ مدینہ، سرورِ کائنات پر پہلی وحیِ پاک نازل ہوتی ہے، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (القرآن: العلق، ۱)، پہلی مرتبہ وحیِ پاک کا احتمال کررہے ہیں، سینۂ مصطفیٰ پر پہلی مرتبہ وحیِ پاک کا جلال اترا ہے، پیغمبر ہیں، وحیِ پاک کی عظمت کو سامنے رکھتے ہیں وحیِ پاک کی بنا پر لرزہ ہے، اس لیے نہیں کہ آپ حالات سے ناواقف تھے، اس لیے نہیں کہ آپ جبرئیل کو پہچانتے نہیں تھے۔ اس لیے نہیں کہ مَعَاذَ اللّٰہ! مستشرقینِ یورپ کے قول کے مطابق انہیں یہ شبہ تھا کہ یہ شیطان کا عمل ہے، یا وحیِ پاک ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی، جلالِ کلامِ خداوندی تھا۔ اللہ کا کلام اتر رہا تھا، لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (القرآن: الحشر، ۲۱)

پہلا پہلا تجربہ تھا، اللہ کے رسول لرزہ براندام اپنے گھر تشریف لاتے ہیں، اور حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے فرماتے ہیں: زَمِّلُوْنِیْ، مجھے چادر اوڑھاؤ، چادر اوڑھا دی گئی ہے، پھر اس کے بعد آپ اپنے کرب کا اظہار کرتے ہیں، تو وہ کہتی ہیں، آپ غم نہ کریں، اللہ آپ کو ہلاک نہیں فرمائے گا، کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا، آپ غریبوں کو سہارا دیتے ہیں، بے کسوں کو سہارا دیتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کو تعاون عطا فرماتے ہیں، آپ خود کما کر کے محروموں کو زندگی کی توانائی عطا کرتے ہیں، اللہ آپ کو یقیناً کامیاب فرمائے گا۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! پہلا مرحلہ تھا، ایک خاتونِ خانہ، ایک شریکِ زندگی، ہماری تمام کائنات کے مسلمانوں کی ماں اپنے عظیم شوہر، جو نبوّت کا پیغام پہنچانے والے ہیں، انہیں تسلّی دے رہی ہیں، اس مرحلے میں ان کی تسلّی تاریخ دانوں کو بہ ظاہر معمولی نظر آتی ہے، مگر میں عرض کرنا چاہتا ہوں، نبوت کے آگے چلنے والے تمام مراحل میں ان تسلّی کے الفاظ کو بے پناہ دخل ہے، رسولِ پاک پُرسکون ہوجاتے ہیں، رسولِ پاک مطمئن ہوجاتے ہیں، جلالِ کلامِ خداوندی کی وہ کیفیت جو قلبِ پاک پر تھی، وہ تھوڑی دیر کے لیے ماند پڑ جاتی ہے، اوراس طرح آپ کلامِ الٰہی کے لیے خود کو تیار کرلیتے ہیں، ایک خاتون کا اتنا بڑا رول کہیں اور نظر نہیں آئے گا۔

حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا کا یہ طرزِ عمل بتارہا ہے کہ شوہر پریشان ہو، اسے تسلّی دو؛ شوہر لرزہ براندام ہو، اسے سکون دو؛ شوہر گھبرایا ہوا ہو، اس کی گھبراہٹ کو دور کرو؛ شوہر اگر کسی بنیاد سے گھر میں اس طور پر آئے کہ اس کے اوپر ماحول کا دباؤ ہو، اس دباؤ کو کم کرو؛ ایک شریکِ زندگی کا رول یہ ہے۔ تاکہ وہ میدانِ زندگی میں آگے بڑھ سکے، اپنی تمام تر توانائیوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کرسکے، اپنی ذمّے داریوں کو اچھی طرح ادا کرے۔

ماؤاور بہنو! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا نے نہ صرف یہ کہ وحیِ پاک کے پہلے مرحلے میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلّی دی، تسلّی کے الفاظ کا نذرانہ پیش کیا؛ بلکہ اس کے بعد پوری زندگی انہوں نے اسلام کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ جناب خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَا رئیس التجارِ مکہ خویلد کی بیٹی تھیں، وہی

خویلد جن کے دروازے پر مکّے کا ہر تاجر، مکّے کا ہر ضرورت مند، مکّے کا ہر ٹریڈر حاجت مند بن کر حاضر ہوا کرتا تھا، جن کی دولت کا عالم یہ تھا کہ جب ان کا مال کبھی شام کی منڈیوں میں پہنچتا، یمن کے بازاروں میں پہنچتا، تو بازار کا نرخ بڑھ جاتا تھا، بازار کی حیثیت بڑھ جاتی تھی، بازار بھر جاتا تھا، قَدْ قَامَتِ السُّوْق کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی، یہ جناب خدیجہ تھیں، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دعوت کا آغاز کیا تو انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا فیصلہ کرلیا، بے نیاز کر دیا، آزاد کر دیا، میرے رسول! آج کے بعد آپ کو تجارت نہیں کرنی ہے، میرے رسول! آج کے بعد آپ کو مالِ تجارت لے کر ملکِ شام نہیں جانا ہے، یمن کی منڈیوں کو اب آپ کی ضرورت نہیں ہے، انسانی منڈیوں کو آپ کی ضرورت ہے، اب آپ ایمان دینے والے ہیں، ایمان دنیا میں پہنچانے والے ہیں، عقیدہ دنیا کو دینے والے ہیں، انسانی اقدار کو روشن کرنے والے ہیں۔ اللہ نے آپ کو اس عظیم منصب پر فائز کیا ہے کہ جہاں نہ کوئی تاجر پہنچ سکتا ہے، نہ دنیا دار پہنچ سکتا ہے، اب دنیا کا سرمایہ آپ کی ٹھوکروں میں ہوگا، دنیا کا اقتدار آپ کے قدموں میں ہوگا، آپ کے مقدّس قدمِ ناز کے نیچے سے چشمے پھوٹیں گے، زندگی کے چشمے، حیات کے چشمے، تہذیب کے چشمے، معاشرے کے چشمے اور تمدن کے چشمے، میرا سب کچھ آپ کی نذر ہے۔

اور آپ نے دیکھا چند سالوں میں وصال سے پہلے پہلے انہوں نے اپنی ساری دولت اللہ کے راستے میں قربان کر دی۔ اگر آپ کے ساتھ حضرت خدیجہ کا یہ ایثار نہ ہوتا تو یقینی طور پر کام کی رفتار اتنی آگے نہ بڑھتی، اس قدر بڑھتی نظر نہ آتی، میں عرض کرنا چاہتا ہوں جتنے بھی داعیانِ دین ہیں، جتنے مبلّغینِ اسلام ہیں، سرکارِ دو عالم

کے بعد دعوت کی ذمّے داریاں امّتِ مسلمہ کے سر ڈال دی گئی ہے، ان میں آپ دیکھیں گے کہ جب تک ماؤں نے ساتھ نہیں دیا ہے، بیویوں نے ساتھ نہیں دیا ہے، داعیان دین کبھی آگے نہیں بڑھ سکے ہیں، ماؤں نے ایثار کیا ہے، اپنی محبتیں قربان کی ہیں، جگر کے ٹکڑوں کو پیش کیا ہے، تب جا کے داعیانِ دین نے اپنا کام کیا ہے۔

پیغمبرِ اعظم سے پہلے بھی ماؤں کا یہ ایثار دین کے لیے رہا ہے، حضرت مریم علیہا السلام کی مقدّس والدہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتی ہیں: اے اللہ! تو مجھے اولاد عطا فرما، تاکہ میں تیرے گھر کی خدمت کے لیے وقف کردوں، قرآنِ پاک میں یہ دعا موجود ہے، اور جب جناب مریم پیدا ہوتی ہیں تو انتہائی کرب کے عالم میں، انتہائی درد کے عالم میں خدا کی بارگاہ میں عرض کرتی ہیں: یا اللہ! یہ تو بیٹی ہیں، میں اسے تیرے مقدّس گھر کی خدمت کے لیے کیسے وقف کرسکتی ہوں؟ اللہ نے فرمایا: انہیں کو وقف کردو اپنا وعدہ پورا کرو اور جنابِ مریم علیہا السلام کی نگرانی کے لیے جناب زکریا کو مقرر فرمایا گیا، وہ محرابِ حرم میں رہتی تھیں، وہیں پروان چڑھتی تھیں، وہیں خدمت کرتی تھیں، وہیں تعلیم حاصل کرتی تھیں، وہیں سے دنیا کو پیغام عطا فرماتی تھیں، محرابِ حرم میں رہنے والی وہ عظیم خاتون جناب عیسیٰ کی ماں کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتی ہے، جناب عیسیٰ کی ماں بننے کے لیے انہیں تربیت دی جارہی تھی، انہیں اس بات کی تربیت دی جارہی تھی کہ تم اللہ کی ایک مقدّس امان کو سنبھالنے والی ہو، اللہ کی ایک مقدّس ترین امانت تم میں آنے والی ہے، اور یہ امانت دنیا کو ایک نیا انقلاب اور نیا شعورِ زندگی عطا فرمائے گی، انہوں نے قربانیاں دیں، اور پھر پروردگارِ عالم نے مستقبل کی اُس عظیم ماں کی، جو ایک خاتون تھیں، پرورش میں اپنے کرم کو شامل فرمایا،

اذان کی آواز آرہی ہوتی تھی، ایک مقدّس ماحول تھا، گھر کا ماحول، باہر کا ماحول، جس میں ہماری فکری تشکیل ہوتی، ہماری ذہنی تشکیل ہوتی، پھراس کے بعد جب ہم آگے بڑھے تو ہم نے خدااور رسول کے دین کا کام کرنا شروع کر دیا۔

لیکن آج عالم ہے کہ شام ہوتی ہے تو بچہ خدااور رسول کا نام نہیں سنتا ہے، فلمی گانے سنتا ہے، فلم کی انتہائی بھیانک اور تکلیف دہ تصویریں دیکھتا ہے، اوراس کے ساتھ جب صبح ہوتی ہے تو اسی ماحول میں ہوتی ہے نہ ہم اپنے بچوں کو وہ شامیں دے سکے ہیں جو ہماری ماؤں نے دی تھیں، اور نہ ہم اپنے بچوں کو وہ صبح دے سکے ہیں جو ہماری ماؤں نے دی تھیں، اوراگر بچہ بگڑرہا ہے، تباہ ہورہا ہے، گناہوں کی طرف مائل ہورہا ہے، بدکرداری کی طرف مائل ہورہا ہے تو اس میں معاشرے کا قصور نہیں ہے، بلکہ ہمارا قصور ہے، ہم نے اپنے گھر کا جو معاشرہ بنایا ہے، ہم نے اپنے گھر کی جو سوسائٹی بنائی ہے، وہ خودزہرناک ہے، وہ خود تباہ کررہی ہے، اورسب کو بربادی کی طرف لے جارہی ہے۔

اپنے گھر کو پاکیزہ بناؤ، اپنے گھر کو عبادت کا مرکز بناؤ، قرآنِ پاک کی تلاوت کا شعار بنالو، اللہ کی خشیت اپنے بچوں کے دل میں پیدا کرو، ہر بات میں اللہ کی کبریائی کا علان کرو، تاکہ بچہ اسی ماحول میں پروان چڑھے، اور جب وہ جوان ہوتو اس کے دل میں اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہو، وہ ڈرتا ہو تو اللہ سے، اگراس کے دل میں خشیت ہوتو اللہ کی، جھکتا ہوتو اللہ کی بارگاہ میں۔

یادرکھو! جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا، وہ دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرے گا، اس لیے کہ اللہ کا خوف اسے بے نیاز کردیتا ہے، بے خوف کر دیتا ہے، بے

پناہ عظیم بنادیتا ہے، آج ہمارے ماحول میں نوجوان سکڑا ہوا، سمٹا ہوا، لرزتا ہوا، کانپتا ہوا، ڈرتا ہوا، ہر چیز سے ڈرتا ہوا پیدا ہوتا ہے، انتہائی کمزور، اس لیے کہ ماؤں نے اللہ کی کبریائی کا احساس نہیں دیا ہے، اللہ کا خوف ان کے دل میں پیدا نہیں کیا ہے، باپ اور ماں نے اپنی ذمّے داریاں پوری نہیں کی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ مسلسل زوال پذیر ہے، عقل کھو چکا ہے، حوصلہ کھو چکا ہے، جرأت کھو چکا ہے، مستقبل کی راہ میں آگے بڑھنے کی توانائی کھو چکا ہے، دین اور دنیا میں نئے نئے آفاق تلاش کرنے کی جرأت سے محروم ہو چکا ہے، اس لیے کہ ہمارے معاشرے نے جو پروڈکٹ تیار کیا ہے، ہمارے ماحول نے جو کچھ بنایا ہے اس کے مطابق وہ ڈھلتا چلا جارہا ہے، جسم تو دیا گیا ہے مگر روح نہیں دی گئی، جسم تو سنوارا گیا ہے مگر روح نہیں سنواری گئی۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ!!! جب بھی کوئی انسان مرتا ہے، تو دو طرح کے سوال کرنے والے ہوتے ہیں، جو پیچھے رہ جاتے ہیں وہ سوال کرتے ہیں، کیا چھوڑ کے مرا ہے، اور جو فرشتے ہوتے ہیں وہ سوال کرتے ہیں کیا لے کر جارہا ہے، یہ سوال ہر مرنے والے سے کیا جاتا ہے، عالم یہ کہ جو چھوڑ کے جاتا ہے، اس کے لیے تیاری ہوتی ہیں، اور جو لے کے جاتا ہے اس کے لیے نہ ہم تیار نظر آتے ہیں، نہ ہم اپنی اولاد کو تیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اسلام کی خدمت کے لیے ہماری بہنوں نے، ہماری بیٹیوں نے، ماضی کی عظیم ماؤں نے جو قربانیاں دی ہیں اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتے، ایک عظیم ماں ہے، جنگِ احد کا معاملہ ہے، صحابۂ کرام اور نوجوان میدانِ احد میں پہنچ چکے ہیں، ایک نوجوان اپنی ماں کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: امی! کچھ کھانے کے لیے ہو تو دے دو،

ہونے کے بعد ہی سے سب کچھ سیکھنا شروع کر دیتا ہے، بچہ چھ مہینے کا ہوتا ہے تو لینگویج کے اعتبار سے کئی سو الفاظ کا ذخیرہ اس کے دماغ میں جمع ہو جاتا ہے، بچہ دو سال کا ہوتا ہے تو کئی ہزار الفاظ سمیٹ لیتا ہے اور بچہ تین سال کا ہوتا ہے تو ایک پوری زبان کی ضرورت کے سارے الفاظ اس کی زبان پر آجاتے ہیں، اسی طرح وہ ماحول کو سمجھتا ہے، وہ ماحول کو جانتا ہے، ماحول کو محسوس کرتا ہے، آج بچے کی تعلیم دنیا میں ڈھائی سال کے بعد شروع کی جاتی ہے یا دو سال کے بعد مگر حضور رحمتِ عالم کے پیدا ہونے سے پہلے بچے کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا ہے، شادیاں کرو تو پہلے دین کو دیکھو، پھر جمال کو دیکھو، پھر مال کو دیکھو، دین دیکھنے کا حکم کیوں دیا گیا، تاکہ بچہ جب ماں کی آغوش میں آنکھ کھولے تو اس کے سامنے اس کا دین نظر آئے، سجدہ کرنے والی ماں، عبادت کرنے والی ماں، ذکر کرنے والی ماں، قرآن کی تلاوت کرنے والی ماں، اللہ کی بارگاہ میں جھکنے والی ماں، خدائے وحدہٗ قدّوس سے ڈرنے والی ماں، پوری کائنات سے بے خوف ماں، اللہ کے نظام پر ایثار و قربانی پیش کرنے والی ماں، ایک ایسی ماں کی آغوش میں بچہ آنکھ کھولے، جو پہلا چہرہ نظر آئے، اس پر ملکوتیت قربان ہو رہی ہو، جو پہلا چہرہ اپنی ماں کا نظر آئے اس کی طہارت، پاکیزگی اور تقدس کی قسم کھائی جاتی ہو، دامن کی پہلی جو ہوا میسّر آئے، وہ نسیمِ سحر سے زیادہ لطیف ہو، انتہائی پاکیزہ ہو، اور پہلا بول جو وہ سنے، وہ اللہ کا کلام ہو، رسولِ پاک کی شہادت ہو، جو پہلی آواز اس کے کان میں گونجے، وہ وحدہٗ قدّوس کی کبریائی کا اعلان ہو۔ یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ یہ ماں کی وجہ سے ہوتا ہے، ماں جب عظیم ہوتی ہے، ماں جب بہتر ہوتی ہے، ماں جب بلند ہوتی ہے، تو اس کی آغوش میں پروان چڑھنے والا بچہ بھی عظیم ہوتا ہے۔

آپ اندازہ فرمائیں، گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنی تبدیلیاں ہمارے معاشرے کے اندر پیدا ہوئی ہیں اس کے اثرات ہمارے اوپر بھی ہیں اور ہمارے بچوں کے اوپر بھی پائے جاتے ہیں، مکمل طور پر ایک وہ دور تھا جب ہماری مائیں اور جب ہمارے بزرگ، اللہ کی عبادت اور اللہ کی بندگی کا شعور دیتے تھے، سلیقہ دیتے تھے۔

آپ اندازہ فرمائیں، یہاں کتنے لوگ موجود ہیں، ہماری بیٹیاں بھی، ہماری بھائی بھی، جو یہ دعویٰ کرسکیں کہ ہم کو بچپن میں دین کا تصوّر کسی عالم نے دیا تھا، کسی مبلّغ نے دیا تھا، کسی داعی نے دیا تھا، خدا کا تصوّر اور خدا کا عقیدہ ہمیں کسی باہر کے افراد نے دیا تھا، خدا کو منوایا تھا کسی نے آکر کے، دلائل کے ذریعے سے، عقل کے ذریعے سے، واللہ العظیم! ایسا کبھی نہیں ہوا ہے، دنیا میں ننانوے فیصد مسلمانوں وہی ہیں جن کی ماؤں نے انہیں خدا کا تصوّر دیا ہے، ان کی ماؤں نے بندگی کا احساس دیا ہے، ان کی ماؤں نے خدا کی بارگاہ میں جھکنے کا سلیقہ دیا ہے، ان کی ماؤں نے آدابِ زندگی دیے ہیں، جن کی ماؤں نے شعورِ حیات دیا ہے، جن کی ماؤں نے اللہ کی خشیت پیدا کی ہے، جن کی ماؤں نے وہ محسوسات اور مَشاعر دیے ہیں جن کی بنیاد پر بچہ آگے بڑھنے کے بعد اللہ کی بندگی کے قابل ہوسکے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے قانون کو احترام کی نگاہ سے دیکھ سکے۔

جب تک یہ ماحول تھا، جب ہمارے بچے اپنے گھر میں آنکھ کھولتے تھے، بستر میں ہوتے تھے، ماں تلاوت کررہی ہوتی تھی، باپ سجدہ کررہا ہوتا تھا، دادا وضو کررہا ہوتا تھا، بہن خدا کی بارگاہ میں جھکی ہوتی تھی، یہ ماحول تھا ہمارا، مسجدوں سے

عالم یہ ہے کہ محرابِ حرم میں تازہ پھل موجود ہوتے تھے، بے وقت کے پھل، کوئی بھی دیکھنے والا نہیں ہوتا تھا، کوئی بھی لانے والا نہیں، موسم ہی نہیں ہے تو پھل کیسے آئے گا۔

مگر جب بھی جناب زکریا علیہ السلام داخل ہوتے تو دیکھتے کہ یہاں تازہ پھل موجود ہیں۔ آپ نے پوچھا: یٰمَرۡیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذَا ؟ اے مریم! یہ کہاں سے آتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ (القرآن: آل عمران، ۳۷)، یہ اللہ کی بارگاہ سے آتا ہے۔ محرابِ حرم میں ایک ماں پروان چڑھ رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ کی ماں اور جنت سے نعمتیں اتر رہی ہیں، جبرئیل کھانا لے کے حاضر ہو رہے ہیں۔ جناب عیسیٰ نے اگر دنیا کو انسانیت کی تعلیم دی ہے، انسانیت کا شعور دیا ہے، انسانیت کی فکر دی ہے تو اس میں ان کی ماں کا بہت بڑا کردار ہے، اگر وہ خدمتِ دین کے لیے اپنے آپ کو وقف نہ کرتیں، اپنی گود کو وقف نہ کرتیں، اپنے شکمِ ناز میں پلنے والی روح (حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو وقف نہ کرتیں تو آج جناب عیسیٰ علیہ السلام کا نام موجود نہ ہوتا، قرآنِ عظیم نے ان کی عظمتوں کا تذکرہ کیا ہے، قرآنِ عظیم نے اس عظیم ماں کے تقدس اور پاکیزگی کو بیان کیا ہے، جس نے اپنی آغوش میں ایک عظیم فرد کو رکھا تھا، ایک عظیم فرد کو پروان چڑھایا تھا۔

کیا آپ جانتے نہیں ہیں، دنیا میں نہ معلوم کتنے فاتحین کی مائیں ہیں، جنہوں نے دنیا کے فاتح پیدا کیے ہوں گے، لیکن کیا تاریخ انہیں محفوظ کر رہی ہے، مگر واللہ العظیم! وہ مائیں، جنہوں نے دین کی خدمت کرنے والے افراد پیدا کیے ہیں، تاریخ نے انہیں بھی ہمارے لیے محفوظ کر لیا ہے، ہمیشہ ان پر بھی سلام بھیجا جاتا رہے گا۔ ہمیشہ ان کی بھی عظمتوں کا اعتراف کیا جائے گا۔

میری عزیز بہنو! عزیز بیٹیو اور معزّز ماؤ! دین کی خدمت وہ اعلیٰ ترین فریضہ ہے کہ اس میں آپ جتنا زیادہ کام کریں گی اسی قدر زیادہ عزّت ملے گی، اسی قدر زیادہ کامیابی ملے گی، اُسی قدر زیادہ سر بلندی ملے گی۔

اگر تاریخِ اسلام کا مطالعہ کریں، خواتین نے مردوں کے برابر اپنے اپنے حلقے میں رہ کر، اپنے دائرے میں رہ کر دنیا کی خدمات انجام دی ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ باپ تک، کسی مرد تک بچہ اس وقت پہنچتا ہے، جب وہ شعور کی منزل طے کر چکا ہوتا ہے، جب کسی سانچے میں ڈھل چکا ہوتا ہے، جب اس کی کوئی تشکیلی کیفیت ہوتی ہے؛ تب باپ کی نگاہ اس پر پڑتی ہے، تب وہ کسی کالج میں جاتا ہے، تب وہ اسکول میں جاتا ہے، مگر اس سے پہلے جب وہ ایک ان پڑھ وجود ہوتا ہے، ماں اسے تشکیل دیتی ہے، ماں اسے پروان چڑھاتی ہے، اسے سنوارتی ہے، ماں اسے فکر دیتی ہے، ماں اسے شعور دیتی ہے، ماں اسے ذہن دیتی ہے، ماں اسے دودھ پلاتی ہے، دودھ کے ساتھ اخلاص بھی پلاتی ہے، کردار بھی پلاتی ہے، تب جا کے وہ کسی درس گاہ میں داخل ہوتا ہے، یونیورسٹی میں جاتا ہے، کسی کالج میں جاتا ہے۔

www.ziaetaiba.com

ایک بچے کی سب سے پہلی درس گاہ ماں کی آغوش ہوتی ہے، ماں کی آغوش جتنا پاکیزہ ہوگی، بچہ اتنا ہی پاکیزہ ہوگا، ماں کی آغوش جتنی عظیم ہوگی، بچہ اتنا ہی عظیم ہوگا، ماں کی آغوش کی درس گاہ میں بچہ جو کچھ سیکھے گا، یقینی طور پر مستقبل میں کامیابیاں اسے میسّر آئیں گی، آپ شاید سمجھتی ہیں کہ وہ دودھ پیتا بچہ جو ننھا سا ہے، بولنا نہیں جانتا اور کسی چیز کا شعور نہیں رکھتا ہے، وہ بھلا کیا سیکھے گا؟

میں عرض کرنا چاہتا ہوں، آج کے ماہرینِ نفسیات یہ کہتے ہیں کہ بچہ پیدا

ماں کہتی ہے، بیٹا! بیٹا!! رسولِ پاک جسموں کے بدلے میں اللہ کی جنت (رضا) بیچ رہے ہیں اور تم مجھ سے کھانے کا مطالبہ کر رہے ہو؟

میرے بیٹے! کل شہیدوں کی ماں کے سامنے مجھے شرمندہ مت کرنا کہ میرے پاس بھی کوئی جوان اولاد تھی، میرا بھی کوئی بیٹا تھا، تم نے اللہ کے رسول کا پیغام نہیں سنا، بیٹے نے کہا، ماں! وَاللّٰہِ الْعَظِیْم! میں نے نہیں سنا، ورنہ میں سب سے آگے ہوتا، میں جا رہا ہوں، بچہ روانا ہوا، ماں نے چند کھجوریں اس کے دامن میں ڈال دیں، بیٹا کھاتا چلا جا، دوڑتا چلا جا، تعمیلِ حکمِ مصطفیٰ میں دیر نہ ہونے پائے، میدانِ عمل میں اترا، دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، صحابۂ کرام بھی ہیں اور جنگ کا آغاز ہو چکا ہے، کھجوریں رسول کے قدموں میں ڈالیں، ''هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ'' کی آواز سنی، میدانِ جنگ میں کودے اور شہید ہو گئے۔

اس کے بعد جب میدان ختم ہوا، اللہ کے رسول گھر واپس آئے، تو ایک خاتون سر سے پیر تک چادر میں لپٹی ہوئی بارگاہِ رسول میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا بیٹا دیر سے پہنچا تھا، آپ نے اس کے جرمِ تاخیر کو معاف کر دیا، سنا ہے وہ شہید ہو گیا ہے، اللہ کے رسول نے فرمایا، تم خوش قسمت ہو، تمہارا بچہ گرا ہے تو میرے سامنے، تمہارے بچے نے جان دی ہے تو اس کی نگاہیں میرے چہرے کے اوپر تھیں اور اس کی زبان پر یہ کلمات تھے: رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا (میں خدا سے رب کی حیثیت سے راضی ہوں، اسلام کو دین کی حیثیت سے مان چکا ہوں، اور محمدِ عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنا رسول تسلیم کر چکا ہوں)۔ ان کلمات پر اس نے جان دی ہے، مبارک ہو تمہیں، ماں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

کسی نے کہا تھا کہ ماں آپ بڑی عظیم ہیں، کوئی دوسری ماں ہوتی تو دامن کھول دیتی، سر کھول دیتی، ماتم کرتی، آپ کا ایک ہی بیٹا تھا، عصائے پیری تھا، زندگی میں وہی آپ کو سہارا دے سکتا تھا، لیکن آپ نے اسے اس حد تک برداشت کیا کہ آپ سر سے پیر تک چادر میں لپٹی ہوئی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ: بیٹا! میں نے بیٹا کھویا ہے، غیرت نہیں کھوئی ہے، آبرو نہیں کھوئی ہے، جس دین کے نام پر میرے بیٹے نے زندگی دی ہے، اسی دین کا تقاضا یہ ہے کہ پردہ کیا جائے، پردے کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! جن ماؤں نے انتہائی مسرتوں کے ساتھ اپنے بچوں کو تبلیغ کے راستے پر ڈالا، یا دین کے نام پر قربان کیا، کیا وہ مائیں دین کی خدّام ہیں، کیا ان ماؤں کا بے پناہ احسان نہیں ہے۔ اگر تاریخ میں دیکھیں تو ایسی ہزاروں مائیں مل سکتی ہیں، ہزاروں عورتیں مل سکتی ہیں، انہوں نے اپنے شوہر قربان کیے؛ اپنے بھائی قربان کیے؛ اپنے بیٹے قربان کیے؛ جگر کے ٹکڑے قربان کیے؛ اپنی اولاد قربان کی، دین کو باقی رکھنے کے لیے، رسول اللہ کے نظامِ زندگی اور آئینِ حیات کو دنیا تک پہنچانے کے لیے۔

www.ziaetaiba.com

ذرا سوچیے !! حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکّے سے مدینے کی طرف ہجرت کر رہے ہیں، اونٹ پر حضرت اِمِّ سلمہ کو بٹھا رکھا ہے، اپنے بیٹے کو بٹھا رکھا ہے، اور مال لاد رکھا ہے، اور اسے لے کے مدینے جانا چاہتے ہیں۔ ان کے سسر آتے ہیں اور کہتے ہیں: میری بیٹی تمہارے ساتھ نہیں جائے گی، اِمِّ سلمہ کو روک لیا گیا، اور پھر دوسرے لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بیٹا بھی ہمارے ماحول کا ہے، ہم اسے جانے نہیں دیں گے، بیٹی کو ننھیال والے لے گئے اور بیٹے کو ددھیال والے لے گئے حضرت

ابو سلمہ تنہا مدینہ پاک کی طرف روانہ ہو گئے۔ اونٹ بھی چھوڑ دیا، مال بھی چھوڑ دیا اور یہ کہہ کے روانہ ہو گئے: اللہ اکبر!

میں نے رخ کر لیا مدینے کا
کون روکے گا راہ سے ہم کو

جناب امّ سلمہ شوہر کی جدائی اور وہ بھی ابو سلمہ جیسے شوہر کی، جو بہت ممتاز اور عرب کے عظیم انسان تھے، اور اپنے بیٹے جناب سلمہ کی جدائی میں بے پناہ غم زدہ رہیں، کئی سال تک وہ روتی رہیں، یہاں تک کہ روایتوں میں آتا ہے کہ پتھروں کے ٹیلوں پر ان کے آنسو بہتے رہے، اپنے شوہر کے غم میں اور اپنے بیٹے کے غم میں، یہاں تک کہ قبیلے والوں نے، دادا کے خاندان نے، ننھیال والے دونوں نے مل کے کہا: اس بچے نے کیا قصور کیا ہے، اس کو اس کی ماں کے پاس واپس لوٹا دو، بیٹا واپس کیا، جیسے ہی بیٹا گود میں آیا، نہ ماحول کا خیال آیا، نہ گھر کا خیال آیا، نہ خاندان کا، نہ ماں باپ کا، رسولِ پاک کے شہر کا خیال آیا۔ وہ بھی مدینے کے لیے روانہ ہو گئیں، اللہ اکبر! اور سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچیں، مگر ان کے شوہر کا وقت پورا ہو چکا تھا، وہ اللہ کے راستے میں جان دینے کے قریب پہنچ گئے تھے، مگر اس کا اللہ نے انعام یہ دیا کہ انہیں امّ المومنین بنا دیا۔

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! یہ وہ مائیں تھیں، جن کی گود میں اسلام پلا ہے، یہ وہ مائیں تھیں جن کی آغوش میں اسلام پروان چڑھا ہے۔ ہماری مائیں اور بہنیں ان عظیم خواتین کو پڑھیں اور ان کا جائزہ لینے کی کوشش کریں، اور یہ دیکھیں کہ انہوں نے کون سے کارنامے انجام دیے ہیں اور کتنی عظیم خدمتیں انجام دی ہیں۔

امِ سلیم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ایک عظیم خاتون ہیں، حضرت ابوطلحہ ابھی اسلام نہیں لائے ہیں، جناب ام سلیم کو نکاح کا پیغام دیتے ہیں، تو کہتی ہیں: تم کافر ہو، اور میں مومنہ ہوں میں تمہارے ساتھ نکاح نہیں کرسکتی، اگر تم نکاح کرنا چاہتے تو پہلے اسلام قبول کرو، کون ہے مذہب کی بنیاد پر اپنی ذات کے لیے شریکِ زندگی منتخب کرنے کا مزاج رکھتا ہو، منتخب کرنا چاہتا ہو، مذہب کو پہلے رکھے اور شریکِ زندگی کو بعد میں، حضرت ابوطلحہ ایک عظیم انسان تھے، عرب کے نام ور بہادر تھے حسن و جمال میں بے مثال تھے، کسی عورت کے لیے ان کا شریکِ سفر ہونا بہت بڑا انعام و اعزاز کی بات تھی، مگر اللہ اکبر! حضرت ام سلیم حضرت ابوطلحہ کو نہیں دیکھتی ہیں، بلکہ رسول اللہ کے نظام کو دیکھتی ہیں، رسول اللہ کے دین کو دیکھتی ہیں، جب ابوطلحہ اسلام لے آتے ہیں تب حضرت ام سلیم سے ان کی شادی ہوتی ہے، آپ اندازہ فرمائیں، آج بچہ ذرا دین دار ہوا، تو لڑکیاں طعنے دیتی ہیں: یہ تو مُلّا بن گیا ہے، یہ کیا کرے گا، اس سے شادی کون کرے گا۔ میں ان سے عرض کرنا چاہتا ہوں، تمہیں معلوم نہیں کہ تعلّقات کی دنیا میں میاں اور بیوی کا رشتہ صرف موت تک نہیں ہے۔ صرف زندگی تک نہیں ہے، وہ دنیا دار ہوتے ہیں جن کے یہاں میاں بیوی کا رشتہ صرف موت تک یا زندگی تک ہوتا ہے مگر دین میں میاں اور بیوی کا تعلّق صرف موت اور زندگی تک نہیں ہے، موت کے بعد ایک انفصال لمحاتی آتا ہے اس کے بعد پھر یہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

آپ قرآنِ عظیم کا مطالعہ کیجیے، قرآن عظیم کہتا ہے کہ میدانِ قیامت میں میاں اور بیوی کو ایک ساتھ جمع فرمادیں گے، اگر وہ دین دار ہوں گے، میاں بھی دین دار ہوگا، بیوی بھی دین دار ہوگی، دونوں جنت کی مستحق ہوں گے، تو وہاں بھی میاں اور

بیوی کی حیثیت سے رہنا چاہیں گے، بڑی محبت کا دعویٰ ہے بیبیوں کو اپنے شوہروں سے، بڑی محبت کا دعویٰ ہے شوہروں کو اپنی بیبیوں سے، لیکن کیا انہوں نے سوچا کہ یہ محبت اگر صرف دنیا تک ہے، دین اس میں شامل نہیں ہے، دین کی محبت شامل نہیں ہے، تو یہ محبت ایک لمحے کے بعد ختم ہو جائے گی، لیکن اگر یہ محبت دین کے ساتھ ہے تو واللہ یہاں بھی ساتھ رہے گا، اور جنت میں دائمی ساتھ رہے گا، کبھی جدائی نہیں ہوگی، کبھی علاحدگی نہیں ہوگی، ہماری مائیں اور بہنیں، بیٹیاں اس پر سوچیں اور غور کریں، خود بھی دین دار بنیں اور اپنے بچوں کو بھی دین دار بنانے کی کوشش کریں۔

وہ بھی تو عظیم بیٹی تھی نا، ایک سرمایہ دار کی بیٹی، ایک دولت مند کی بیٹی، ایک بڑے خاندان کی نورِ نظر، عشرتوں میں پلی ہوئی، راحتوں میں پلی ہوئی، پھولوں کی طرح پروان چڑھنے والی بیٹی تھی، جب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک دیہاتی آئے جن کے پیر میں دھول لگی ہوئی تھی، جن کا کپڑا بوسیدہ تھا، چہرے کے اعتبار سے کالے تھے، اور دل کے اعتبار سے بہت عظیم تھے، بارگاہِ رسول میں آئے، کہا: یارسول اللہ! کوئی مجھے رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے، اور میں عمر کی اس منزل میں ہوں کہ میرا رشتہ ہو جانا چاہیے، اللہ کے رسول نے فرمایا: جاؤ فلاں سرمایہ دار سے کہو کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ تمہارے ساتھ کر دے، وہ گئے، سرمایہ دار نے دیکھا، ایک دفعہ انہیں دیکھا، اپنے گھر کو دیکھا، اپنے ماحول کو دیکھا، اپنی بیٹی کو دیکھا، اور اس کے بعد کہا تم نے خود کو دیکھا ہے، کیا تم واقعی اس گھر کے قابل ہو، یہ رشتہ مشکل ہے، وہ مایوس ہو کر روانہ ہو رہے تھے کہ بیٹی نے حجاب توڑ دیا، باہر آ گئی، اور کہا: باپ! آپ نے آنے والے کو دیکھا ہے، مگر بھیجنے والے کو نہیں دیکھا، میں بڑی خوش نصیب

صدر الافاضل
علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی
انجمن ضیاء طیبہ
ترقی و مستقبل
اتفاق
بقاء
پردہ
ناٹک اور سینما
ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی
انجمن ضیاء طیبہ